

دعائے مکارم الاخلاق کی شرح اور تفسیر

<"xml encoding="UTF-8?">

عرض مترجم

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، وَ لَهُ الْحَمْدُ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَ صَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ نَبِيِّهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ تَسْلِيمًا لَا سِيَمَا عَلَى الْكَهْفِ الْخَصِيِّنِ وَ غِيَاثِ الْمُضْطَرِّينَ وَ مَلَجِ الْهَارِبِينَ وَ مَنْجَا الْخَائِفِينَ وَ عِصْمَةِ الْمُعْتَصِمِينَ رُوحِي وَ أَرْوَاحِ الْعَالَمِينَ لِتَرْابِ مَقْدَمَةِ الْفِدَاءِ. وَ اللَّعْنَةُ عَلَى أَعْدَائِهِمْ أَجْمَعِينَ

اما بعد

مرحوم فلسفی نے دعائے مکارم الاخلاق پر دو جلدوں پر مشتمل کتاب کی شکل میں ایک مبسوط شرح لکھی ہے۔ فاضل ارجمند جناب علی مختاری نے ان دو جلدوں میں کئی ایک گوہر نایاب کو جمع کر کے فارسی میں ایک مقالہ کی شکل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ حقیر نے قبلہ استاد محترم حجة الاسلام شیخ غلام قاسم تسنیمی کی سرپرستی میں اس کا اردو میں ترجمہ کر کے اردو زبان کے مومنین کے لئے پیش کیا ہے۔ اصل مقالہ اور ترجمہ میں کئی جہات سے نمایاں فرق ہے۔

- 1۔ آیات اور نہج البلاغہ سے لئے گئے حدیثوں کا ترجمہ جناب ذیشان حیدر جواد کی ترجمہ سے درج کیا ہے۔
 - 2۔ اصول کافی کے احادیث کا ترجمہ قبلہ سید ظفر حسن نقوی امروہی کے اصول کافی پر ترجمہ "الشافی" سے ماخوذ ہے۔ اسی طرح توحید شیخ صدوق کا ترجمہ سید محمد عطا عابدی کی کتاب سے ماخوذ ہے۔
 - 3۔ احادیث اور آیات میں حد الامکان اعراب کا خیال رکھا گیا ہے۔
 - 4۔ کئی ایک مقامات پر حدیث کے وسط کو طولانی ہونے کی خوف سے حذف کیا ہے۔
 - 5۔ جہاں جہاں حقیر کی نظر میں ضروری سمجھا اسے (مترجم) کی علامت کے بعد درج کیا ہے۔
 - 6۔ یہ مقالہ کل دعائے مکارم الاخلاق کی شرح نہیں ہے بلکہ بعض منتخب جملوں کی توضیح ہے۔
 - 7۔ کئی ایک جگہ حدیثوں کو مکمل نقل کرنے کے بجائے بعض حصہ نقل کیا اور پھر ترجمہ کو مکمل لکھا ہے۔
 - 8۔ کتب حدیثی میں عصر مولف کا خیال رکھا ہے، کہ بعض جگہ فاضل مقالہ نگار نے کسی حدیث کو بحار، وسائل اور مستدرک جیسے منابع سے نقل کیا تھا حقیر کی کوشش یہ رہی کہ اسے محاسن، قرب الاسناد، اصول کافی اور شیخ صدوق کی کتابوں سے اخذ کی جائے۔
- میرے مخلص دوستوں سے ازتہ دل اصلاح اور حوصلہ افزائی کی امید کرتا ہوں۔

محمد عیسیٰ روح اللہ حرم اہل بیت ع قم اسلامی جمہوریہ ایران

24 شعبان المعظم 1436ھ ق

دیباچہ

صحیفہ سجادیہ، زبور آل محمد کسی تعریف کے محتاج نہیں اور شاید ہی کوئی ہو جو اس سے بے خبر ہو۔ طنطاوی مصری، اہل سنت کے بزرگ عالم اور مفسر قرآن جب شہر مقدس قم کی زیارت کو مشرف ہوئے تو مرحوم آیۃ اللہ مرعشی نجفی نے صحیفہ سجادیہ کو حوزہ علمیہ قم کے بہترین ہدیہ کے طور پر پیش کیا۔

طنطاوی نے اسے اول سے آخر تک کئی بار مطالعہ کیا اور کہا کہ:

«و من الشقاء عدم معرفتی للصحیفة»

یہ میری بدبختی ہے کہ صحیفہ سجادیہ سے ناواقف ہوں۔

صحیفہ سجادیہ کے مختلف طبع، ترجمہ اور شرح ہیں سب سے کامل اور جامع چھاپ وہ طبع ہے جسے مدرسہ امام مہدی عج نے زیور طبع سے آراستہ کیا ہے۔

دعائے مکارم الاخلاق صحیفہ سجادیہ کی بیسیویں دعا ہے اور اسے مفاتیح الجنان کے آخر میں بھی ملحقات کے طور پر نشر کی جاتی ہے۔

ائمہ معصومین علیہم السلام کی دعائیں اور اذکار معارف کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر ہیں لیکن ہر ایک خاص اثر کے حامل ہیں مثلاً دعائے ابوحمزہ ثمالی، مناجات خمسہ عشر، دعائے کمیل ... اہل دل کے راز و نیاز ہیں۔ ان میں بعض سیاسی پہلو کے حامل ہیں جیسے زیارت عاشورا، دعائے افتتاح اور دعائے ندبہ۔ زیارت جامعہ کبیرہ، امام شناسی اور مسائل اعتقادی جیسے معارف کی حامل ہے۔ دعائے مکارم الاخلاق، اخلاقی جملات پر مشتمل ہے۔ ایسے اخلاق جو جامع اور کامل ہیں جن میں روحانی اور نفسیاتی مسائل پر بحث ہوئی ہے اسی طرح سماجی، معاشی، خودشناسی اور خود سازی جیسے موضوعات پر معارف بیان ہوئی ہیں۔

دعائے مکارم الاخلاق کی شرح اور تفسیر از مرحوم فلسفی

مرحوم فلسفی ہفتہ میں ایک دن دعائے مکارم الاخلاق کی شرح و تفسیر کرتے تھے۔ یہ شرح اور تفسیر کے تقریریں قم کے علاوہ تہران میں بھی جاری رکھتے تھے۔ ایک عرصہ تک یہ تقریریں ایران کے ریڈیوز سے بھی نشر ہوا کرتے تھے

ان تقریروں کا مجموعہ رد و بدل اور آیات و احادیث کے اضافے کے بعد تراسی (83) فصلوں اور تین جلدوں میں خوبصورت اور دلچسپ انداز میں چھاپ ہوا۔

دعائے مکارم الاخلاق انسان ساز پروگرام کا نام ہے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اس دعا میں انسانی اور اخلاقی صفتوں کو بیان کی ہے اس دعا کی تاثیر اتنی ہے کہ اگر کوئی دل سے ان اوصاف کو اپنائے اور اپنے رفتار، کردار اور گفتار میں ان کی رعایت کرے تو مدارج انسانیت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہو سکتا ہے۔ اس کتاب کے بارے میں

1- یہ کتاب بھی مرحوم فلسفی کے تقریروں کا مجموعہ ہے لیکن آپ کے دوسرے مجموعات سے یکسر الگ تھلگ ہے یہ کتاب ایک تقریری مجموعہ سے زیادہ ایک تحقیقی کتاب جیسا ہے۔ اگر چہ اس کتاب کا نام بھی تقریری نام ہے اور مرحوم فلسفی حوالہ دیتے وقت بھی اسی انداز کا خیال رکھتے ہیں جیسے ساتویں تقریر۔۔۔ لیکن ایک تحقیقی کتاب کے تمام خصوصیات اس میں موجود ہیں۔ (1)

2- آپ نے فیسٹولز، بڑے شخصیات کے برسیوں اور دیگر مواقع پر دسیوں مقالے تحریر فرمائے ہیں ان کے علاوہ آٹھ کتابیں بھی لکھیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

- (1) کودک از نظر وراثت و تربیت 2 جلدیں
- (2) جوان از نظر عقل و احساسات 2 جلدیں
- (3) بزرگسال و جوان از نظر افکار و تمایلات 2 جلدیں
- (4) آیہ الکرسی پیام آسمانی توحید 1 جلد
- (5) اخلاق از نظر ہمزیستی و ارزش های انسانی 2 جلدیں

(6) معاد از نظر روح و جسم 3 جلدیں

(7) سخن و سخنوری از نظر بیان و فن خطابه 1 جلد

(8) شرح و تفسیر دعای مکارم الاخلاق 3 جلدیں

اور آخری کتاب مرحوم کے سب سے آخری تالیفات میں سے ہے اسی لئے سنجیدہ اور پکی ہوئی ہے۔ حوزہ علمیہ کا ایک فاضل طالب علم -اپنی جوانی کے ایام میں- نقل کرتا ہے کہ:

مرحوم فلسفی ہمیں اس بات کی تاکید کرتے تھے کہ جب تک سنجیدہ اور پختہ نہ ہو جائے اپنی کتابوں کو منظر عام پر نہ لائیں؛ اس لئے کہ کچھ عرصہ بعد جب آپ بڑے عالم ہوں گے اور اپنی نظریات پہ نظر ثانی کریں گے اور بعض مطالب کی کم افادیت سے مطلع ہوجائیں گے تو پچھتائیں گے۔

3- اگر چہ اس کتاب کے شروع میں موضوعات اور آخر میں کتابوں کی فہرست درج ہے اس کے باوجود کبھی کبھار بعض مطالب کو جو دوسری جگہ یا دوسری کتابوں میں مندرج کرتے ہوئے اسی کتاب کا حوالہ دیا ہے اس لئے ایک خاص اہمیت اور افادیت کے ساتھ ساتھ بہترین نظم و نسق کی بھی حامل ہے۔

ج 2 ص 221 میں لکھتے ہیں:

"اس کتاب کی پہلی جلد تقریر نمبر 7 میں بعض آیات اور روایات کی طرف اشارہ ہوا ، یہاں بھی ان میں سے بعض کا تذکرہ ہوگا"۔

اس کتاب میں بعض دلچسپ اور اصلی کہانیوں ، تاریخی حکایتوں سے بھی ٹھوس علمی باتوں کو بیان کرنے لے لئے مدد لی ہے اسی طرح اشعار اور ضرب المثل سے بھی استفادہ کیا ہے۔

4- نقل کرنے میں کبھی زمان ،مکان اور راوی کے زمانے پر حاکم سیاسی فضا کا خیال رکھتے ہوئے راوی کے بعض نفسیاتی خصوصیات کی طرف خوبصورت اشارے بھی کئے ہیں جیسے صفحہ نمبر 223 پر فرماتے ہیں:

اسلام کے عظیم رہبر اور رہنما نے اپنی ایک حساس تقریر (حج کے ایام میں) میں مسجد الخیف میں تین باتوں کی یاد آوری کی ---- سفیان ثوری - ایک تعلیم یافتہ انسان اور احادیث کا حافظ۔ کئی بار امام صادق علیہ السلام کے حضور مشرف ہوئے اور امام سے علم بھی سیکھا لیکن اندر سے وہ امام کا عاشق نہیں تھا اور اسے امام سے کوئی دلچسپی نہیں تھی.... -

5- اس عظیم کتاب کی خامیوں میں سے قدیمی لغت کی کتابوں سے استفادہ نہ کرنا ہے، آپ نے مشکل الفاظ کی شرح کے لئے قدیمی کتب کی طرف مراجعہ نہیں کیا۔ جو الفاظ لسان وحی میں آئے ہیں ان کو صحیح سمجھنے کے لئے ان قرینوں سے استفادہ کرنا چاہیئے جو وحی کے زمانے سے حد الامکان قریب ہو۔ المنجد جیسے کتب کی طرف مراجعہ کرنا بے جا اور فائدے سے خالی ہے۔ بلکہ "العین" تالیف خلیل بن احمد فراہیدی متوفی 175ھ ق، "المحیط فی اللغة" تالیف صاحب اسماعیل بن عباد متوفی 385ھ ق ، "مجمل اللغة و معجم مقاییس اللغة" تالیف احمد بن فارس متوفی 395ھ ق ، "تہذیب اللغة" تالیف محمد بن احمد بن ازہری متوفی 370ھ ق، "المخصص و المحکم و المحيط الاعظم" تالیف علی بن اسماعیل بن سیدہ متوفی 458ھ ق ، صحاح جوہری اور باقی قدیمی لغت کی کتابوں سے استفادہ کرنا چاہیئے تھا۔

آیات اور روایات کو سمجھنے کے لئے ایک اور قرینہ یہ بھی ہے کہ ایک لفظ کا مورد بحث آیت یا روایت کے علاوہ دوسری آیتوں اور روایتوں میں استعمال کو دیکھنا ہے۔

مرحوم فلسفی اس وادی میں اہل خبرہ ہے آپ نے ایک عمر خطابت کی ہے اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے احادیث سے مانوس ہے۔ آپ سفینۃ البحار اور میزان الحکمة جیسے معجم کی طرف رجوع بھی کرتے تھے اور

یادداشت لکھتے وقت ایک کارآمد طریقے کو اپناتے بھی تھے اور اسے اپنی فن خطابت کے کلاسوں میں اپنے شاگردوں کو بھی سکھاتے تھے ان سب کے ساتھ حدیث یاد کرنے کے بھی تاکید فرماتے تھے، آپ کا کوئی شاگرد نقل کرتا ہے:

"میں نے ہر روز چار حدیثوں کو یاد کرنے کی نذر کر رکھی ہے۔"

6- اس کتاب کی ایک اور نقص یہ ہے کہ اس کے لئے کوئی موضوعی فہرست نہیں ہے، اگر بعد کے ایڈیشنز میں موضوعات کی فہرست کا بھی اضافہ کیا جائے تو مبلغ اور خطباء حضرات کے لئے ایک مفید مرجع ہوگا۔
7- اسی طرح اس کتاب کی ایک اور نقص یہ ہے کہ کبھی ایک آیت یا روایت کو بار بار ذکر فرماتے ہیں جیسے تیسری جلد کے صفحہ 208 میں ایک روایت "حقوق فرزند" کے عنوان سے ذکر کرتے ہیں جب کہ یہی روایت جلد نمبر ایک صفحہ 106 میں "فرزند" کے عنوان سے ذکر کئے تھے۔ اسی طرح جلد سوم صفحہ 468 میں بھی نقل فرماتے ہیں۔

8- اس عظیم سرمایے کی اہم خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں بات کرنے میں ادب کا بہت زیادہ خیال رکھا گیا ہے۔ پوری کتاب میں کسی کی مذمت یا بے ادبی نہیں کی ہے اور نہ ہی کسی گروہ کی توہین کی ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم، قرآن کریم اور عظیم شخصیات اور مقدس اشیاء کا نام عزت و احترام اور وقار کے ساتھ لیا ہے۔ جیسے پیامبر گرامی اسلام ص، قرآن شریف، قرآن مجید، حدیث شریف، دعائے شریف مکارم الاخلاق، یہ آسمانی کتاب۔

9- اسی طرح منطقی نظم و نسق کا خیال رکھنا اور ہر جلسہ کے لئے کسی موضوع کا مشخص کرنا اس کتاب کے دیگر اہم خوبیوں میں سے ہے۔ مولف جہاں کہیں چند فصول اور ابواب میں بات کرتے ہیں تو شروع ہی سے اس نکتہ کی یاد دہانی فرماتے ہیں اسی طرح جب کوئی بحث ختم ہوتی ہے تو دوسری بحث میں داخل ہونے سے پہلے مخاطب کو آگاہ کرتے ہیں اور آگاہی کے ساتھ نئی بحث شروع کرتے ہیں۔

دعا کی منتخب تفسیر

«اللہم صل علی محمد و آل محمد»

امام سجاد علیہ السلام صحیفہ سجادیہ کے تمام دعاؤں کے شروع میں محمد و آل محمد پر درود بھیجتے ہیں۔ دعائے شریف مکارم الاخلاق کا بھی درود کے ساتھ آغاز کرتے ہیں۔
اس جملہ میں دو باتیں بحث کرنے کی قابل ہیں:

1- خود دعا کی شرعی حیثیت؛ اس لئے کہ شروع لفظ «اللہم» سے کرتے ہیں جو اصل مشروعیت دعا کی دلیل ہے۔

2- دعا سے پہلے نبی معظم اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم پر درود۔

صلوات کی اہمیت

دعا دین کے سب سے یقینی امور اور ضروریات میں سے ہے گذشتہ پیغمبروں کے ادیان میں بھی دعا ایک حتمی امر تھی دعا کبھی استجاب کے قابل ہو جاتی ہے لیکن کبھی علتوں اور مصلحتوں کے سبب قبول نہیں ہوتی ہے لیکن صلوات وہ تنہا دعا ہے جو ہمیشہ قبول ہوتی ہے۔ روایات میں آیا ہے کہ درود اور صلوات کی دعا قبول ہوتی ہے اس لئے اپنے دعاؤں کا شروع اور اختتام صلوات پر کریں۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

«كُلُّ دُعَاءٍ مَخْجُوبٌ حَتَّى يُصَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ» (2)

ہر دعا اوپر نہیں جا سکتی ہے (قبول نہیں ہوتی ہے) جب تک محمد و آل محمد پر درود نہ بھیجا جائے۔
اسی طرح امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

«مَنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَلْيَبْدَأْ بِالصَّلَاةِ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ ثُمَّ يَسْأَلُ اللَّهَ حَاجَتَهُ ثُمَّ يَخْتِمُ
بِالصَّلَاةِ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ أَكْرَمُ مَنْ أَنْ يَقْبَلَ الطَّرْفَيْنِ وَ يَدْعَ الْوَسْطَ إِذَا كَانَتْ الصَّلَاةُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ
آلِ مُحَمَّدٍ لَا تُحْجَبُ عَنْهُ» (3)

جس کسی کے لئے درگاہ خدا میں کوئی حاجت ہو تو وہ پہلے محمد و آل محمد پر درود بھیجے پھر اپنی حاجت
کو درگاہ خداوندی سے مانگے پھر درود پر ہی ختم کرے، اس لئے کہ خدا اس سے بلند و بالا ہے کہ دونوں طرف
کو قبول کر لے لیکن درمیان کو رد کرے۔ جب کہ درود کے قبول ہونے میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں۔
اسی طرح ایک اور روایت میں آیا ہے کہ "دعا کے اختتام پر بھی درود بھیجے" (4)

نہ ہونے والی دعا

کبھی انسان غفلت کی وجہ سے ایسے دعائیں کرتا ہے جو نظام ہستی کے ساتھ سازگار نہیں ہے ۔
(مترجم) حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: «يَا صَاحِبَ الدُّعَاءِ لَا تَسْأَلْ مَا لَا يَكُونُ وَ لَا يَحِلُّ» (5) اے دعا کرنے
والا! جو کام نہ ہونے والی ہے اور جو حلال نہیں ہے اسے نہ مانگو۔

ائمہ معصومین علیہم السلام نہ ہر موقع پر ان لوگوں کو تذکر دئے ہیں یہ تذکرات احادیث کی شکل میں اخلاق
کی کتابوں میں موجود ہیں۔ تاکہ بعد میں آنے والے لوگ جو دین اسلام کی پیروی کرتے ہیں ان معارف اور نکات
کی طرف متوجہ ہو جائیں اور دعا میں ان کا خیال رکھیں۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:
«قُلْتُ اللَّهُمَّ لَا تُخَوِّجْنِي إِلَى أَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص يَا عَلِيُّ لَا تَقُولَنَّ هَكَذَا فَلَيْسَ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَ هُوَ
مُحْتَاجٌ إِلَى النَّاسِ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَا أَقُولُ قَالَ قُلِ اللَّهُمَّ لَا تُخَوِّجْنِي إِلَى شِرَارِ خَلْقِكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
مَنْ شِرَارُ خَلْقِهِ قَالَ الَّذِينَ إِذَا أُعْطُوا مَتُّوا وَ إِذَا مُنِعُوا عَابُوا» (6)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں کہا "خدا یا! مجھے اپنے مخلوقات میں سے کسی پر محتاج نہ
کریں" اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا "یا علی! اس طرح دعا نہ کریں کہ مخلوقات
میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو کسی کی طرف بھی محتاج نہ ہو" میں نے عرض کیا "پس میں کیا کہوں؟" تو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا "کہو کہ خدایا! مجھے اپنے برے بندوں پر محتاج نہ کریں" میں
نے عرض کیا کہ "خدا کے برے بندے کون ہیں" رسول اللہ نے فرمایا "خدا کے برے بندے وہ ہیں جو جب کسی کو
کوئی چیز دیتے ہیں تو احسان چڑھاتے ہیں اور جب انہیں نہیں دی جاتی ہیں تو عتاب کرتے ہیں"۔
اسی طرح ایک اور حدیث میں امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

«لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْفِتْنَةِ لِأَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا وَ هُوَ مُشْتَمِلٌ عَلَى فِتْنَةٍ وَ لَكِنْ مَنْ اسْتَعَاذَ
فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ ... وَ يَكْرِهُ انْتِلَامَ الْحَالِ» (7)

خبردار! تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ "خدایا! میں فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں" کہ کوئی شخص بھی
فتنہ سے الگ نہیں ہو سکتا ہے ۔ اگر پناہ مانگنا ہے تو فتنوں کی گمراہیوں سے پناہ مانگو؛ اس لئے کہ پروردگار
نے اموال اور اولاد کو بھی فتنہ قرار دیا ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اموال اور اولاد کے ذریعہ امتحان لینا
چاہتا ہے تاکہ اس طرح روزی سے ناراض رہنے والا قسمت پر راضی رہنے والے سے الگ ہو جائے۔ جبکہ وہ ان کے
بارے میں خود ان سے بہتر جانتا ہے لیکن چاہتا ہے کہ ان اعمال کا اظہار ہو جائے جن سے انسان ثواب یا عذاب
کا حقدار ہوتا ہے کہ بعض لوگ لڑکا چاہتے ہیں لڑکی نہیں چاہتے ہیں اور بعض مال کے بڑھانے کو دوست رکھتے

ہیں اور شکستہ حالی کو برا سمجھتے ہیں۔

اسی طرح حضرت علی علیہ السلام ایک اور حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں:

«مَنْ سَأَلَ فَوْقَ قَدْرِهِ اسْتَحَقَّ الْجَزْمَانِ» (8) جو کوئی اپنی شان اور لیاقت سے زیادہ مانگیں تو وہ محرومی کا حقدار بنے گا۔

(مترجم) دعا کی قبولیت کی راہ میں بہت سے رکاوٹیں ہیں فاضل مولف نے ایک کلی قانون کا تذکرہ فرمایا کہ جو چیزیں ممکن نہیں ہے۔ ان کو اگر مانگی جائے تو وہ قبول نہیں ہوگی۔ یہ دنیا علل و اسباب کی جگہ ہے یہاں تمام حوادث علتوں کی بنا پر رونما ہوتے ہیں۔ اس قسم کی دعا کا قبول نہ ہونا خود ان چیزوں میں قصور ہے ان میں یہ طاقت نہیں کہ قبول ہو جائیں۔

ایمان کے معنی میں دو نظریہ

«و بلغ بايماني اكمل الايمان»

اور میرے ایمان کو کامل ترین درجہ تک پہنچا دے۔

اہل تحقیق میں بعض کا عقیدہ یہ ہے کہ: ایمان "امن" کے ریشہ سے ہے اور اس آرام اور سکون کو کہا جاتا ہے جو کو انسان کے اندر پائی جاتی ہے۔ پس ایمان صرف اور صرف قلبی اعتقاد کا نام ہے زبان سے اقرار اور اعضاء سے عمل کرنا ایمان کے شرائط میں سے ہے۔ انہوں نے چند آیتوں کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے:

1- ﴿أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ﴾ (9)

یہ (حزب اللہ یعنی خدا کے لشکر) وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان کو لکھا ہے۔

2- ﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾ (10)

یہ بدو عرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو کہ اسلام لائے ہیں کہ ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے۔

قرآن کریم کے متعدد آیات میں عمل صالح کا ذکر ایمان کے ذکر پر عطف ہوا ہے یعنی بہت سے آیات میں ایمان کے تذکرہ کے فوراً بعد عمل صالح کا ذکر کیا ہے؛ جیسے سورہ بقرہ کے آیت نمبر 25 اور 277 میں، سورہ عصر کے آخری آیت میں --- پس اگر عمل صالح ایمان کا جزء، اعتقاد قلبی اور عمل ایک ہی چیز کا نام ہوتا تو عمل صالح - جو کہ ایمان کا جزء ہے - کا اپنے آپ پر عطف ہونا لازم آتا تھا جو کہ قبیح ہے اور ادبی لحاظ سے غلط بھی ہے۔

پس عمل صالح اور ایمان دو الگ الگ چیزیں ہیں - (11)

اس نظریے کے مقابل بعض اہل تحقیق ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ: ایمان اعتقاد قلبی اور عمل دونوں سے عبارت ہے۔ ان لوگوں نے احادیث کا سہارا لیا ہے جیسے:

حضرت علی علیہ السلام سے ایمان کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

«الْإِيمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ وَ إِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَ عَمَلٌ بِالْأَرْكَانِ» (12)

ایمان دل کا عقیدہ، زبان کا اقرار اور اعضاء و جوارح کے عمل کا نام ہے۔ بہت سی آیتیں اس نظریہ کی تائید کرتی ہیں۔ جیسے:

﴿وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَ غُلُوًّا فَأَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ﴾ (13)

ان لوگوں نے ظلم اور غرور کے جذبہ کی بناء پر انکار کر دیا تھا ورنہ ان کے دل کو بالکل یقین تھا، پھر دیکھو کہ ایسے مفسدین کا انجام کیا ہوتا ہے۔

اسی طرح سورہ بقرہ آیت 143 اور 146 بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

امام صادق اس بارے میں فرماتے ہیں کہ : ایمان کامل عمل کا نام ہے اگر مسلمان بھائی بہنیں قرآن مجید کے مطابق عمل کرنا چاہیں تو تینوں قسم کے ایمان کو مد نظر رکھا جائے؛ زبان پر اقرار، دل سے اعتقاد، اور اوامر الہی کی اطاعت؛ تاکہ اپنے آپ کو سچے مومنوں کے ساتھ ایک صف میں کھڑا کیا جا سکے۔ (14)

بہترین اعمال

امام سجاد علیہ السلام خدا سے عرض کر رہا ہے کہ:

«وَأَنْتَ بِنَيْتِي إِلَى أَحْسَنِ النَّيَّاتِ، وَبِعَمَلِي إِلَى أَحْسَنِ الْأَعْمَالِ»

خدایا میری نیت کو بہترین نیتوں پر تمام کر اور میری عمل بہترین اعمال پر۔

نیک عمل وہ ہے جو سنت رسول کے مطابق ہو، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا فرمان ہے
 «لَا يُقْبَلُ قَوْلٌ إِلَّا بِعَمَلٍ، وَلَا يُقْبَلُ قَوْلٌ وَلَا عَمَلٌ إِلَّا بِنِيَّةٍ، وَلَا يُقْبَلُ قَوْلٌ وَ عَمَلٌ وَ نِيَّةٌ إِلَّا بِإِصَابَةِ السُّنَّةِ» (15)
 کوئی بھی بات عمل کے بغیر مانی نہیں جائے گی، کوئی بھی عمل نیت کے بغیر مانی نہیں جائے گی اور کوئی بھی بات، عمل اور نیت سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مطابقت کے بغیر قابل قبول نہیں ہے۔
 خداوند نیک اعمال سے خوش ہو جاتا ہے۔ لیکن کبھی کبھار انسان ایک نیک عمل کو انجام دیتا ہے جبکہ اس سے بھی بہتر عمل انجام دینے کا موقع پیش آتا ہے اس وقت با ایمان لوگوں کو چاہیئے کہ اس بہتر اور نیک تر عمل کے پیچھے چلائے جائیں۔ یہاں چند مثالوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے کہ کیا کبھی ایسا موقع بھی پیش آتا ہے کہ کسی نیک عمل کے انجام دیتے وقت اس بھی نیک تر عمل کا موقع آجائے؟:

اگر کوئی طواف کعبہ میں مشغول ہو اور کوئی مسلمان بھائی اس سے مدد مانگے اسے بہت جلد مدد کی ضرورت ہے تو اس وقت انسان طواف کو ادھورا چھوڑ کر اس مسلمان بھائی کی مدد کو ڈوڑھے پہ خدا کو زیادہ پسند ہے اور جوں ہی اس کا مشکل حل ہو جاتا ہے اور وہ خوشحال ہو جاتا ہے تو طواف میں پلٹ آئے۔ ابو حمزہ ثمالی امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ:

«إِنَّ أَحَبَّكُمْ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ أَحْسَنُكُمْ عَمَلًا وَ إِنَّ أَعْظَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَمَلًا أَعْظَمُكُمْ فِيمَا عِنْدَ اللَّهِ رَغْبَةً» (16)

تم میں سے خدا کو سب سے زیادہ محبوب وہ انسان ہے جس کا کام سب سے بہتر ہو اور تم میں عمل میں عظیم انسان وہ جس کا کام اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہو۔

مردود اور ناپسند عبادت

کوئی شخص وظیفہ شناس نہ ہو اور اوامر الہی میں اولویت کا خیال نہ رکھے تو کبھی ممکن ہے اس کے اچھے اعمال بھی درگاہ خداوندی سے مردود ہو جائے بلکہ ممکن ہے اسکی ذلت و خواری اور درگاہ الہی سے باہر ہونے کا سبب بنے۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

«كَانَ رَجُلٌ شَيْخٌ نَاسِكٌ يَعْبُدُ اللَّهَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ... فَهُوَ يَهْوِي فِي الدُّرُورِ أَبَدَ الْأَبْدِينَ وَ دَهَرَ الدَّاهِرِينَ» (17)

بنی اسرائیل میں ایک مقدس بوڑھا عابد تھا۔ ایک دن جب وہ عبادت میں مشغول تھا کہ اچانک دو بچوں نے ایک مرغے کو پکڑ کر اس کے پروں کو اکھاڑنا شروع کای مرغا چیخ رہا تھا لیکن عابد اس کی فریاد پر کان دھرے بغیر اپنی عبادت میں مشغول رہا اور اس اہم کام کی طرف توجہ نہیں دلایا کہ ان دونوں کو اس کام سے روکا جائے۔ اسی وجہ سے خدا نے اسے سزا دیا۔

(مترجم) اہمیت کے لحاظ سے ہر کام ایک نہیں ہے واجب، مستحب، مکروہ اور حرام میں بھی مراحل ہیں کوئی واجب کسی سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے اسی ہر مستحب ایک جیسا نہیں ہے نافلہ نمازوں سے لیکن عزاداری ابا

عبد اللہ الحسین کی قیام تک سب مسح ہے لیکن کیا ایک جیسا ہے؟! عزاداری ایک شعار اور نعرہ ہے اس کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ اسی طرح مستحب اور واجب میں سے واجب کو ہمیشہ اہمیت دی جاتی چاہے وہ واجب جس طرح کا بھی ہو۔ مثلاً عزاداری چاہے کتنی عظمت کا حامل ہی کیوں نہ ہو لیکن نماز کے برابرتو نہیں ہے اسی لئے اگر عزاداری کی وجہ سے نماز چھوٹ جانے کا خطرہ ہو عزاداری کا نہ صرف ثواب ختم ہو جاتی ہے بلکہ گناہ بھی ہے۔ پس مسئلہ اہمیت اور بہتر صرف اس صورت میں ہے جہاں کسی عمل کی وجہ سے دوسرا چھوٹ جانے کا خطرہ ہو۔ اس کا نام علم اصول فقہ میں اہم و مہم اور ترتب ہے۔

یقین

ایمان کامل تک پہنچنے کا راستہ امام صادق علیہ السلام کی کسی ایک حدیث میں اس طرح بیان ہوئی ہے:

«وَجَدْتُ عِلْمَ النَّاسِ كُلَّهُ فِي أَرْبَعٍ أَوَّلُهَا أَنْ تَعْرِفَ رَبَّكَ وَ الثَّانِي أَنْ تَعْرِفَ مَا صَنَعَ بِكَ وَ الثَّالِثُ أَنْ تَعْرِفَ مَا أَرَادَ مِنْكَ وَ الرَّابِعُ أَنْ تَعْرِفَ مَا يُخْرِجُكَ مِنْ دِينِكَ» (18)

میں نے تمام آدمیوں کے علم کو چار صورتوں میں پایا، اول یہ کہ تو اپنے رب کی معرفت حاصل کرے، دوسرے یہ کہ پہچانے کہ خدا نے تیرے اوپر کیا کیا احسان کئے ہیں، تیسرے یہ جانے کہ خدا تجھ سے کیا چاہتا ہے اور چوتھے یہ جانے کہ کیا باتیں تجھے دین سے خارج کر دیں گی۔

سعادت کا معیار

حضرت علی علیہ السلام معیار سعادت کے بارے میں فرماتے ہیں:

«الدُّنْيَا كُلُّهَا جَهْلٌ إِلَّا مَوَاضِعَ الْعِلْمِ وَالْعِلْمُ كُلُّهُ حُجَّةٌ إِلَّا مَا عَمِلَ بِهِ وَالْعَمَلُ كُلُّهُ رِيَاءٌ إِلَّا مَا كَانَ مُخْلِصًا وَ الْإِخْلَاصَ عَلَى خَطَرٍ حَتَّى يَنْظُرَ الْعَبْدُ بِمَا يُخْتَمُ لَهُ» (19)

"دنیا تمام جہل ہے مگر مقامات علم بھی ہیں۔ اور تمام علم حجت ہے مگر جس پر عمل کیا جائے اور سارا عمل دکھاوا ہے مگر جو خلوص کے ساتھ ہو اور اخلاص ایک پیمانہ و بلندی ہے جس سے بندہ جو اس کے لئے مقرر کیا گیا دیکھتا ہے۔" اس بعد امام علیہ السلام نے فرمایا کہ "اور اخلاص بھی خطرے کی زد پر ہے جب تک عاقبت کا پتہ نہ چلے۔"

اسی لئے انسان کو ہمیشہ عاقبت بخیری کی دعا کرنا چاہیئے۔

اقدار انسانی کے اعلیٰ ترین مراتب

«وَهَبْ لِي مَعَالِيَ الْأَخْلَاقِ، وَ اغْصِمْنِي مِنَ الْفَخْرِ»

میرے معبود! مجھے اخلاق کے عالی ترین درجہ عطا کر اور لوگوں کے درمیان اپنی اخلاق پر فخر اور مباہات کرنے سے محفوظ رکھ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم فرماتے ہیں:

«إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى جَوَادٌ يَحِبُّ الْجُودَ وَ يَحِبُّ مَعَالِيَ الْأَخْلَاقِ وَ يَكْرَهُ سَفْسَافَهَا» (20)

خدا سخی ہے اور سخاوت کو دوست رکھتا ہے، رفعت اخلاقی کو بھی دوست رکھتا ہو اخلاقی پستی سے نفرت کرتا ہے

اخلاق کے محاسن اور مکارم

محاسن اور مکارم میں فرق ہے۔ محاسن خوب اور پسندیدہ کے معنی میں ہے لیکن مکارم کرامت نفس اور اخلاق کے عالی ترین مرتبہ کا نام ہے۔ منطقی نسبت کے لحاظ سے ان دونوں میں عموم و خصوص مطلق ہے یعنی تمام مکارم اخلاق محاسن بھی ہے لیکن ہر محاسن کا مکارم بھی ہونا ضروری نہیں ہے ممکن ہے ایک چیز

محاسن ہو لیکن مکارم میں سے نہ ہو جیسے اپنے علم پر فخر نہ کرنا یہ تو محاسن اخلاق ہے لیکن اگر انسان اپنے علم پر فخر نہ کرنے کے ساتھ ساتھ فروتنی اور تواضع کا مظاہرہ بھی کرے تو یہ مکارم ہے۔ بہت سے روایات میں ہے کہ تمام محاسن اخلاقی خاص کر مکارم اخلاقی قیامت کے اعمال کے ترازو میں دن نیک عمل کے پلڑے کو بھاری کرے گی۔ انسان کی کامیابی اور فلاح کا ذریعہ بنے گی۔ نہ صرف قیامت میں بلکہ دنیا میں بھی کامیابی اور سعادت کا باعث بنے گی۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

<لَوْ كُنَّا لَا نَرْجُو جَنَّةَ وَلَا نَخْشَى نَارًا وَلَا ثَوَابًا وَلَا عِقَابًا لَكَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَطْلُبَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ فَإِنَّهَا مِمَّا تَذُلُّ عَلَى سَبِيلِ النَّجَاحِ> (21)

اگر جنت کی امید اور جہنم کا خوف اسی طرح ثواب و عقاب نام کی کوئی چیز نہ ہوتی تو تب بھی ہم پر ضروری تھی کہ اخلاقی کمالات کو حاصل کریں اس لئے کہ یہی سعادت اور کامیابی کی دلیل ہے۔ بارش اپنی طبیعت کی بناء پر باغ میں پھول اور پتھریلی زمین میں خاشاک اگاتی ہے۔ لیکن امیر المومنین علیہ السلام اپنی نصیحتوں میں مکارم الاخلاق اپنانے اور نا اہل کے ساتھ مدارا کرنے سے بچنے کی نصیحت فرما رہے ہیں:

<اَحْمِلْ نَفْسَكَ مِنْ اَخِيكَ عِنْدَ صَرْمِهِ عَلَى الصَّلَةِ... اَوْ اَنْ تَفْعَلَهُ بِغَيْرِ اَهْلِهِ> (22)

اپنے نفس کو اپنے بھائی کے بارے میں قطع تعلق کے مقابلے میں تعلقات، اعراض کے مقابلے میں مہربانی، بخل کے مقابلے میں عطا، دوری کے مقابلے میں قربت، شدت کے مقابلے میں نرمی اور جرم کے موقع پر معذرت کے لئے آمادہ کرو۔ گویا کہ تم اس کے بندے ہواور اس نے تم پر کوئی احسان کیا ہو۔ اور خبردار! احسان کو بھی بے محل قرار نہ دینا اور نہ کسی نا اہل کے ساتھ احسان کرنا۔

کاموں میں کفایت شعاری

<وَ اَكْفِنِي مَا يَشْغَلُنِي الْاِهْتِمَامُ بِهِ>

اور مجھے ان مصروفیتوں سے جو عبادت میں مانع ہیں بے نیاز کر دے۔

دعا کا یہ جملہ ان کاموں کے بارے میں ہے جن کو انجام دینے کے لئے کسی خاص آدمی کی ضرورت نہیں بلکہ کوئی بھی اسے انجام دے سکتا ہے۔ بہت سے لوگ اپنی قیمتی عمر کو ایسے کاموں میں ضائع کردیتے ہیں جنہیں دوسرے لوگ بھی انجام دے سکتے تھے۔

(مترجم) جس طرح جو کام ہر کسی سے ہو سکتا ہے اسے کوئی بڑی اور عظیم شخصیت کا انجام دینا ظلم ہے اسی طرح کسی انسان کا اپنی طاقت سے بڑھ کر کسی کام کا متحمل ہونا بھی ظلم ہے خلفاء نے خلافت جیسے بڑی ذمہ داری کو اپنے کاندھوں پر اٹھایا حالانکہ یہ ان کا کام نہیں تھا اس کام کے لئے دوش امیر المومنینؑ جیسا مضبوط کاندھا چاہیئے تھا اسی لئے انہوں نے خلافت کو غصب کرکے نہ صرف امیر المومنین علیہ السلام اور مسلمانوں پر ظلم کیا خود منصب خلافت پر بھی بہت بڑا ظلم کیا ؛ اس لئے کہ خلافت کا منصب لوگوں کی ہدایت اور رہبری کے لئے ہے یہ صلاحیت صرف اور صرف امیر المومنین علیہ السلام کے پاس موجود تھا۔ آج ہمارا معاشرہ بھی اسی بیماری میں مبتلاء ہے کہ بڑے با صلاحیت اور ذہین لوگ گوشہ نشین رہیں، نالائق لوگوں کو بڑے بڑے منصبوں پر جمایا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے ابھی تک عقل بشری ناقص ہے۔

خدا کا پوچھنا

<وَ اسْتَعْمِلْنِي بِمَا تَسْأَلُنِي عَدَا عَنْهُ>

اور انہی چیزوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے جن کے بارے میں مجھ سے کل کے دن سوال کرے گا۔
 امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: لقمان نے اپنے بیٹے کو جو جو نصیحتیں کئے ان میں سے یہ بھی تھا:-
 <وَأَعْلَمُ أَنَّكَ سَتُسْأَلُ عَدَا إِذَا وَقَفْتَ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ عَنْ أَرْبَعٍ شَبَابِكَ فِيمَا أُبْلَيْتَهُ وَ عُمْرِكَ فِيمَا أَفْنَيْتَهُ وَ مَالِكَ مِمَّا اكْتَسَبْتَهُ وَ فِيمَا أَنْفَقْتَهُ> (23)

یہ سمجھ لو کہ روز قیامت جب خدا کے سامنے جاؤ گے تو تم سے چار چیزوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ 1-
 شباب کے بارے میں کیسے گزرا۔ 2- عمر کے بارے میں کن مشاغل میں ختم کیا۔ 3- مال کے بارے میں کہ کس
 طرح سے کمایا اور 4- کہاں کہاں خرچ کیا۔

(مترجم) امام علیہ السلام کے فرمان میں چار چیزوں کا ذکر تو ہے لیکن جب شمارش کی جاتی ہے صرف تین
 چیزیں ہی ملتی ہے جوانی، عمر اور مال - ہاں! یہ ممکن ہے کہ مال کی دو قسم مراد لیا جائے کہ کس طرح کمایا
 اور کس طرح خرچ کیا۔

انسانوں کے لئے ہادی و رہبر

<وَأَجْعَلْنِي مِنْ أَهْلِ السَّادَةِ، وَ مِنْ أَدِلَّةِ الرَّشَادِ، وَ مِنْ صَالِحِ الْعِبَادِ>

اور مجھے درست کاروں اور ہدایت کے رہنماؤں اور نیک بندوں میں سے قرار دے۔
 لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دینا اور سیدھے راستے کی طرف ان کی ہدایت کرنا ایک عظیم ذمہ داری ہے۔
 خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا﴾ (24)

اور اس سے زیادہ بہتر بات کس کی ہوگی جو لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دے اور نیک عمل بھی کرے۔
 یہ وظیفہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور ان کے برحق بارہ جانشین کو انجام دینا ہے۔
 ان بعد جو بھی اس راہ میں یہ وظیفہ دینے کا اہل ہو ان پر ضروری ہے۔ اس سے ہدایت یافتہ کو گمراہی سے
 نجات ملتی ہے اور ہدایت کرنے کو درگاہ خداوندی میں سربلندی اور اجر عظیم۔ لیکن اس شرط پر ہدایت کرنے والے
 میں ہدایت کے شرائط پورے ہوں

ہدایت کی شرائط

1- ہدایت کرنے والا جس بات کی طرف لوگوں کو دعوت دے رہا ہے اس سے آگاہ ہو اور بصیرت کے ساتھ بات
 کرے۔ خدا فرماتا ہے:

﴿قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِي﴾ (25)

آپ کہہ دیجئے کہ یہی میرا راستہ ہے کہ میں بصیرت کے ساتھ خدا کی طرف دعوت دیتا ہوں اور میرے ساتھ میرا
 اتباع کرنے والا بھی ہے۔

زرارہ کہتا کہ میں نے امام باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ خدا کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟ تو اما مؑ نے فرمایا:
 <أَنْ يَقُولُوا مَا يَعْلَمُونَ وَ يَقِفُوا عِنْدَ مَا لَا يَعْلَمُونَ> (26)

وقت ضرورت جو جانتے ہوں بیان کریں اور جو نہیں جانتے اس سے رک جائیں۔

یہ عظیم ذمہ داری (لا علمی کے وقت خاموش رہنا) اتنا اہم ہے کہ قرآن کریم کے کسی ایک ایک مخصوص لب و
 لہجہ کے ساتھ بیان ہوئی ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾ (27)

اور جس چیز کا تمہیں علم نہیں ہے اس کے پیچھے مت جانا کہ روز قیامت سماعت بصارت اور قوا قلب سب

کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں:

<لَيْسَ لَكَ أَنْ تَتَكَلَّمَ بِمَا شِئْتَ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ وَلِأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ص قَالَ رَجَمَ اللَّهُ عَبْدًا قَالَ خَيْرًا فَعَنِمَ أَوْ صَمَتَ فَسَلِمَ > (28)

تمارے لئے یہ حق نہیں ہے جو تیرا جی چاہے وہ بولے چونکہ خدا فرماتا ہے " جس چیز کا تمہیں علم نہیں ہے اس کے پیچھے مت جانا " اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم فرماتے ہیں: "خدا اس بندے پر رحم کرے جو اچھی باتوں کو بولتا ہے تو اسے فائدہ حاصل ہوتا ہے یا خاموشی اختیار کرتا ہے تو اس میں سلامتی ہے"

2- بات دل کی گہرائیوں سے ادا کی جائے۔

ہدایت کرنے والا دل کی گہرائیوں سے بات کرے اس لئے دل سے نکلی ہوئی بات دل میں داخل ہوتی ہے۔ خداوند متعال فرماتا ہے:

﴿آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ﴾ (29)

رسول ان تمام باتوں پر ایمان رکھتا ہے جو اس کی طرف نازل کی گئی ہیں۔ اسی لئے آنحضرتؐ کی ہمیشہ دلی خواہش یہی ہوتی تھی کہ لوگ بھی ایمان لے آئیں۔ آپؐ نے اپنی تمام کوششیں اسی راہ میں خرچ کی اور چاہا کہ لوگ خدا کی طرف رخ کریں۔ مرشد اور رہنما کا ہم و غم بھی یہی ہونا چاہیئے اور اس کا ہدف صرف اور صرف ہدایت ہونا چاہیئے۔ اگر ایسا نہ تو حضرت مسیح علیہ السلام کے اس قول کا مصداق بے گا:

<بِحَقِّ أَقُولُ لَكُمْ: لَا تَكُونُوا كَالْمُنْخَلِ يُخْرِجُ الدَّقِيقَ الطَّيِّبَ وَ يُمَسِّكُ النَّخَالَهَ كَذَلِكَ أَنْتُمْ تُخْرِجُونَ الْحِكْمَةَ مِنْ أَفْوَاهِكُمْ وَ يَبْقَى الْغِلُّ فِي صُدُورِكُمْ> (30)

تم لوگ چھلنی کی طرح نہ ہو جائیں کہ جو صاف اور اچھے آٹے کو باہر نکال دے چوکھر اور اور بھوسے کو بچا کے رکھے اسی طرح تم بھی اپنے منہ سے حکمتوں کو نکال دیں اور دلوں میں کینہ و کدورتوں کو تھام کے رکھے۔

3- ہدایت کرنے کے ساتھ ساتھ خود بھی اس چیز پر عمل پیرا ہو۔

ہدایت کرنے والے کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ جس چیز کی طرف لوگوں کو دعوت دے رہا ہو خود اس پر عمل پیرا ہو۔

وہ لوگ جو ہدایت پانے کا خواہاں ہیں ان کے لئے عمل کر کے دکھانا اطمینان کا باعث ہے۔ حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

<كُونُوا دُعَاةَ لِلنَّاسِ بِالْخَيْرِ بَغَيْرِ أَلْسِنَتِكُمْ لِيَرَوْا مِنْكُمْ الاجْتِهَادَ وَ الصَّدَقَ وَ الْوَرَعَ> (31)

لوگوں کو نیکی کی طرف صرف زبان سے نہ بلاؤ بلکہ اپنے عمل سے ، تاکہ وہ تمہاری کوشش، سچائی اور پرہیزگاری کو دیکھیں۔

خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ (32)

(2) ایمان والو آخر وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے ہو اللہ کے نزدیک یہ سخت ناراضگی کا سبب ہے کہ تم وہ کہو جس پر عمل نہیں کرتے ہو۔

اولیاء کرام کی مومنین کے دلوں پر تاثیر کی ایک علت یہ تھی کہ یہ لوگ عمل میں سب سے آگے تھے جن چیزوں کے بارے میں لوگوں کو دعوت دیتے تھے ان پر یہ لوگ عمل پیرا تھے ۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

<أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي وَاللَّهِ مَا أُحِبُّكُمْ عَلَى طَاعَةٍ إِلَّا وَ أَسْبِقُكُمْ إِلَيْهَا وَ لَا أَنهَاكُمْ عَنْ مَعْصِيَةِ إِلَّا وَ أَتَنَاهَى قَبْلَكُمْ عَنْهَا>
(33)

اے لوگو! قسم بخدا میں تمہیں کسی اطاعت پر آمادہ نہیں کرتا مگر یہ کہ تم سے پہلے اس کی طرف بڑھتا ہوں اور کسی گناہ سے تمہیں نہیں روکتا مگر یہ کہ تم سے پہلے خود اس سے باز رہتا ہوں۔
(مترجم) امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

<عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَ الْوَرَعِ وَ الْاجْتِهَادِ وَ صِدْقِ الْحَدِيثِ وَ آدَاءِ الْأَمَانَةِ وَ حُسْنِ الْخُلُقِ وَ حُسْنِ الْجَوَارِ وَ كُونُوا دُعَاءَ إِلَى أَنْفُسِكُمْ بِغَيْرِ أَلْسِنَتِكُمْ وَ كُونُوا زَيْنًا وَ لَا تَكُونُوا شَيْنًا وَ عَلَيْكُمْ بِطَوْلِ الرُّكُوعِ وَ السُّجُودِ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَطَالَ الرُّكُوعَ وَ السُّجُودَ هَتَفَ إِبْلِيسُ مِنْ خَلْفِهِ وَ قَالَ يَا وَيْلَهُ أَطَاعَ وَ عَصَيْتُ وَ سَجَدَ وَ أَبَيْتُ> (34)

اپنے اوپر لازم کرو تقویٰ، پرہیزگاری، کوشش، سچ بات، امانتداری، نیک اخلاق اور پڑوسی سے نیکی اور اپنے عمل سے اپنے دین کی طرف لوگوں کو بلانا، نہ صرف اپنی زبانوں سے بلکہ اپنے اعمال سے اپنے ائمہؑ کے لئے زینت بنو۔ اور بد اعمالی سے ان کے لئے باعث ننگ نہ بنو اور اپنے رکوع و سجود کو طول دو کہ جب تم طول دیتے ہو شیطان تمہارے پیچھے سے کہتا ہے ہائے اس نے اطاعت کی اور میں نے نافرمانی کی، اس نے سجدہ کیا اور میں سجدہ سے انکار کیا۔

اسی مضمون کے احادیث ایک دو الفاظ کے اختلاف کے ساتھ حدیثی کتابوں میں موجود ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

شیعہ وہ ہے جو لوگوں کو اپنے کردار اور رفتار سے بتادیتے ہیں کہ وہ شیعہ ہیں ان کے کردار اور رفتار میں ان کے اماموں کا کردار اور رفتار جلوہ گر ہوتا ہے، انہیں چاہیئے کہ ائمہ کے لئے باعث زینت بنیں نہ باعث شرمساری، وہ نماز میں اول وقت کا خیال رکھتے ہیں، وہ ایسے لوگ ہیں جو دین پر کسی چیز کا سودا نہیں کرتے ہیں بصیرت ان کی فطرت میں موجود ہے، وہ اپنے زمانے میں باتقوا، عادل، پرہیزگار اور شبہات سے بچنے والے ہیں، وہ اللہ کر راہ میں صف باندھ کر جہاد کرتے ہیں جس طرح سیسہ پلائی ہوئی دیواریں، انہیں دنیا کی کوئی طاقت اپنے اہداف سے ہٹا نہیں سکتی ہے۔

(1) مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، بحار الانوار الجامعة لدرر اخبار الائمة الاطہار، ج 27، ص 260۔

(2) طبرسی، حسن بن فضل، مکارم الاخلاق؛ ص 275

(3) سفینہ البحار، ص 448 واژه «دعا»۔

(4) حلی، جمال الدین، احمد بن محمد اسدی، عدة الداعی و نجاح الساعی؛ ص: 152

(5) ورام بن ابی فراس، مسعود بن عیسیٰ، مجموعة ورام؛ ج 1؛ ص 39

(6) نہج البلاغہ، حکمت 93

(7) عدة الداعی و نجاح الساعی؛ ص: 152

(8) سورہ مجادلہ / 22۔

(9) سورہ حجرات / 14۔

(10) پس ان دونوں کی مثال جسم اور جان کی ہے یہ دونوں مل کر انسان بنتا اگر جسم سے جان نکالی گئی تو وہ جسم اب انسان نہیں مردہ ہے اور مردے پر انسان صدق نہیں آتا اسی طرح جسم کے بغیر روح کا بھی کوئی اثر نہیں ہے اگر ثواب اور عقاب سمیت بہت ساری اثرات انسان پر مرتب ہوتی ہے تو ان دونوں کے مجموعہ پر

مرتب ہوتی ہے اسی طرح اطاعت ایمان اور عمل صالح کے مجموعہ کا نام ہے ان میں دونوں کا ساتھ ساتھ ہونا ضروری ہے ایمان کے بغیر عمل کی حیثیت نہیں ہے اور عمل کے بغیر ایمان کی کوئی قیمت نہیں ہے (11) نہج البلاغہ، حکمت 227

(12) مرحوم ذیشان حیدر جوادی فرماتے ہیں کہ: علیٰ والوں کو اس جملے میں بغور دیکھنا چاہیئے کہ کل ایمان نے ایمان کو اپنی زندگی کے سانچہ میں ڈال دیا ہے کہ جس طرح آپ کی زندگی میں اقرار، تصدیق اور عمل کے تینوں رخ پائے جاتے تھے۔ ویسے بھی آپ ہر صاحب ایمان کو اسی کردار کا حامل دیکھنا چاہتے ہیں اور اس کے بغیر کسی کو صاحب ایمان تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ بے عمل اگر صاحب ایمان نہیں ہو سکتا ہے تو کل ایمان کا شیعہ اور ان کا مخلص کیسے ہو سکتا ہے؟! (نہج البلاغہ ترجمہ ذیشان جوادی ص 709 طباعت، مطبعہ انصاریان قم ایران)

(13) سورہ نمل / 14۔

(14) پہلی تقریر کا خلاصہ۔

(15) طوسی، محمد بن الحسن، الامالی، ص 386۔

(16) الکافی (ط - الاسلامیہ) ؛ ج 8 ؛ ص 68

(17) الامالی (للطوسی) ؛ النص ؛ ص 669

(18) الکافی (طبع الاسلامیہ) ؛ ج 1 ؛ ص 50

(19) توحید صدوق، باب 60، حدیث 10، ص 371۔ اور اردو ترجمہ والی کتاب کا صفحہ نمبر 302

(20) نہج الفصاحہ، حدیث نمبر 661۔

(21) نوری، حسین بن محمد تقی، مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل، ج 11 ؛ ص 193

(22) نہج البلاغہ / خط 31 اپنے بیٹے حسن کے نام وصیت نامہ میں۔

(23) الکافی (ط - الاسلامیہ) ؛ ج 2 ؛ ص 134

(24) سورہ فصلت / آیہ 33

(25) سورہ یوسف / آیہ 108۔

(26) الکافی (ط - الاسلامیہ) ؛ ج 1 ؛ ص 43

(27) سورہ اسراء / آیت 36

(28) عریضی، علی بن جعفر، مسائل علی بن جعفر و مستدرکاتہا، ص 344

(29) سورہ بقرہ / 285

(30) تحف العقول، ص 393؛ امام کاظم علیہ السلام کا ہشام بن حکم کو عقل کے بارے میں وصیت۔

(31) الکافی (ط - الاسلامیہ) ؛ ج 2 ؛ ص 105

(32) سورہ صف / آیت 2 و 3۔

(33) نہج البلاغہ / خطبہ 173۔

(34) اصول کافی، ج 2 ص 77 باب الورع، حدیث 9۔